قفس کی طرز فغاں

فیض احمد فیض کی حبسیہ شاعری کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر صائمہ علی
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
ایجوکیشن یونیورسٹی ،لوئر مال کیمپس ،لاہور

RESONANCE OF IMPRISONING

A STUDY OF FAIZ'S IMPRISON POETRY

Saima Ali, PhD
Assistant Professor of Urdu
University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

Abstract

Faiz Ahmad Faiz is considered as one of the important poets of the 20th century. His non-traditional life played an important role in his poetic fame. In this context, his four year imprisonment period on false accusation of being rebel is very important. His imprisonment catapulted his fame at national and international levels and soon he was considered as the top class poet of Urdu. His prison life enabled him to have variety of experiences and subjects which effected not only verse of Faiz but also whole Urdu poetry. His best poetry came into being during his prison life. At the same time, his prison life limited his poetry to particular topics. In this article, effect of prison life on Faiz's poetry has been analyzed.

Keywords:

فیض احمد فیض ،رشید حسن خاں ،بیسویں صدی ،شعرا ،افغانستان ،راولپنڈی ،آزادی

فیض احمد فیض بیسویں صدی کے چند اہم شاعروں میں شامل ہیں ۔اُن کی شاعرانہ شہرت میں اُن کی خارجی زندگی کا دخل بھی ہے ۔عام شعرا کی نسبت اُن کی زندگی عام نہ تھی ۔سیاسی اور سماجی سطح پر اس میں بہت نشیب وفراز ملتے ہیں ۔اُن کے والد نے غربت سے امارت کا سفر طے کیا اور افغانستان میں وزیر اور سفیر کے عہدوں تک پہنچے ۔اس کے برعکس فیض نے بچپن میں امارت اور جوانی میں غربت دیکھی ۔ان کی عملی زندگی میں معلمی، فوج، صحافت، سیاست، لینن امن ایوارڈ، بین الاقوامی رسالے کی ادارت، نیشنل کونسل آف آرٹس کی سربراہی، بھٹو حکومت میں مشیر ثقافت، جلاوطنی اہم موڑ ہیں لیکن سب سے اہم واقعہ ''راولپنڈی سازش کیس'' کے نتیجے میں چار سالہ اسیری کا ہے۔ایک شاعر کی طویل اسیری اور اس سے بڑھ کر وجہ اسیری حیران کن بلکہ پریشان کن تھی ۔فیض جیسے مرنجاں مرنج شخص کا بغاوت میں ملوث ہونا نا قابل یقین تھا،مقدمے میں سازش کا لفظ اس کی عکاسی کرتا ہے ۔یہاں مقدمے کی نوعیت یا فیض کی بے گناہی ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں فیض کی چار سالہ اسیری کے اثرات کا جائزہ لینا ہے ۔اسیری بہت تکلیف دہ چیز ہے خصوصاً اس معاملے میں کہ ان پر ملک دشمنی اور بغاوت کا الزام تھا اور اخبارات میں انھیں سزائے موت دینے کے مطالبے بھی ہو رہے تھے۔ اسیری نے ذہنی، جسمانی، جذباتی سطح پر فیض کو بہت مضطرب کیا لیکن تخلیقی سطح پر یہ اسیری بہت بارآور ثابت ہوئی ۔ فیض کے کلام کا بہترین حصہ اسی اسیری کی یادگار ہے ۔فیض ایک کم گو شاعر ہیں ان کی شاعری کا آغاز ۱۹۲۸ء کے قریب ہوا لیکن اُن کا پہلا مجموعہ ۱۹۴۱ء میں سامنے آیا اور اس کے دس سال بعد وہ قید ہوئے ۔قید کے چار سالوں میں اُن کے دو مجموعے سامنے آئے یعنی اسیری کا پہلا ثمر تو ان کی شاعری میں مقداری اضافے کا باعث بنا ۔اس بارے میں خط میں لکھتے ہیں:

> ''گرفتاری کے بعد میں نے ابھی ابھی چھٹی نظم ختم کی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ گزشتہ تین ماہ میں جتنا کچھ لکھا تھا ان تین ماہ میں اس سے دوگنا لکھ چکا ہوں ۔''(۱)

اسیری میں فیض کی طبیعت رواں ہوگئی انھوں نے اپنے خلاف لگائے گئے الزامات، اسیری کے شدائد، غم وغصہ، مایوسی اپنے اوپر گزرنے والی ہر تکلیف کو شاعری کے ذریعے ہی بیان کیا۔ چنانچہ اسیری نے جذبات میں شدت اور موضوعات میں وسعت عطا کی ۔فیض نے جیل کی اس خصوصیت کو خوب صورت تشبیہ کے ذریعے بیان کیا ہے:

> ''جیل خانہ میری شاعری کا زرخیز دور تھا کیوں کہ جیل خانے میں کوئی مصروفیت نہیں تھی کوئی (کام)اپا کمنٹ نہیں ہوتی تھی ۔جیل کا زمانہ ایسا ہی ہے جیسے پھر سے عشق کر لیا جائے جیسے عشق میں خواہ مخواہ شعر بنتے چلے جاتے ہیں انسان جذبات کی رو میں بہہ کر شعر کہتا ہی چلا جاتا ہے ۔''(۲)

یہ اقتباس فیض کی شاعری میں مقدار کی اہمیت کو واضح کرتا ہے لیکن اسیری نے فیض کی شاعری کے معیار کو بھی بلند کیا۔فیض کے شعری سفر پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ فیض کی بہترین شاعری اسیری کے زمانے میں سامنے آئی اگر چہ ان کے پہلے مجموعے "نقش فریادی" کا کلام بھی معیاری گردانا جاتا ہے لیکن بطور شاعر ان کا مقام و مرتبہ اسیری کے زمانے میں بہت بلند ہوا۔ڈاکٹر وزیر آغا کے مطابق:

"فیض قید و بند کے واقعہ سے پہلے ایک خاص رفتار سے رواں دواں تھے۔شخصیت کی نموشاعری کے ارتقا سے ہم آہنگ تھی لیکن پھر اچانک وہ قید ہو گئے اور وہ بھی ایک ایسے الزام کے تحت جس نے انھیں رات ہی رات میں قومی کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر بھی مشہور کر دیا۔"(۳)

یعنی فیض کی غیر معمولی شاعرانہ شہرت میں بڑا کردار اس چار سالہ اسیری کا تھا جس کی وجہ سے وہ مظلوم اور مقبول ٹھہرے۔ ہمارے ہاں بیشتر مقبولیت مظلومیت سے مشروط ہوتی ہے۔فیض کے معاملے میں عوام، خواص دونوں میں یہ مقبولیت بڑھی۔فیض دانشور طبقے کے ساتھ مزدوروں، محنت کشوں سے بھی تعلق رکھتے تھے، دونوں نے انھیں اپنا ترجمان جانا۔قارئین کے ساتھ شعرا اور نقادوں نے بھی ان کی مدح سرائی کی۔ترقی پسند تحریک کے بانی رہنما سجاد ظہیر اس قید میں ان کے ساتھ تھے۔انھوں نے اپنے خطوط میں فیض کی شاعری کو عہد کی آواز قرار دیا۔اس سے پہلے فیض ترقی پسند شعرا میں اتنے نمایاں نہیں تھے جتنے زمانہ اسیری میں ہوئے۔رشید حسن خاں کے مطابق:

"۱۹۵۱ء سے پہلے یعنی ان کے جیل جانے سے پہلے ترقی پسند ناقدین نے ان کی شاعری کی طرف زیادہ التفات نہیں کیا تھا لیکن جب سجاد ظہیر وغیرہ کے ساتھ وہ جیل گئے تب سے ان کو "شاعر مجاہد" مان لیا گیا اور اسی زمانے سے سیاسی حلقوں نے مختلف سطحوں پر ان کی "مجاہدانہ شہرت" کے لیے راہیں ہموار کیں۔"(۴)

رام لعل نے اپنے مضمون "فیض کی مقبولیت اور جیل" میں فیض کی اسیری کو ان کی "حقیقی مقبولیت" کا آغاز قرار دیا ہے جو قومی اور بین الاقوامی دونوں سطح پر تھی۔(۵)

تقی عابدی بھی اس تاثر کی تائید کرتے ہیں۔ان کے مطابق:

"واقعہ اسیری سے پہلے فیض کا شمار سردار جعفری، کیفی اعظمی کے بعد کیا جاتا ہے بہر حال فیض کو جوش، فراق اور جگر کے مقابلے میں بڑا شاعر مانا نہیں جاتا تھا۔"(۶)

فیض کی مقبولیت کی ایک وجہ ان کیفیات کا بیان بھی ہے جو زندان سے متعلق ہیں۔یہ موضوع ہماری کلاسیکی شاعری میں اتنا عام ہے کہ اسیری کے تجربے کے بغیر بھی شاعر اس کا بہت بیان کرتے ہیں لیکن جب یہ موضوع ذاتی تجربے کے ساتھ نظم ہو تو یقیناً اس کا اثر فزوں تر ہوگا۔چنانچہ فیض کے ہاں صید، صیاد، قاتل، مقتول، مقتل، زنجیر، صبا، گلشن، طرز فغاں، روزن زنداں، دار و رسن، منصور و قیس، طوق و دار، گوشہ قفس، کوئے یار،

سوئے دار جیسی تراکیب اور استعارے عام ملتے ہیں۔ فیض کے بنیادی رنگ سخن اور ڈکشن میں اسیری کے متعلقات نمایاں ہیں۔ فیض کی شاعری کی بڑی خوبی ان استعاروں کو جدید معنی دینا قرار دی جاتی ہے کہ انھوں نے روایتی کلاسیکی شاعری کی علامات کو اپنے عہد کے منظر نامے سے ہم آہنگ کر دیا۔ اس طرح وہ روایت سے وابستہ رہ کر جدت کی راہ پر چلے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

> ''فیض نے ایام اسیری کی غزلیات میں غزل کے اس مخصوص اظہار سے وابستہ سہولتوں سے ہر ممکن طریقے سے فائدہ اٹھایا اور فیض کے لیے یہ مشکل بھی نہ تھا کہ ان کا فنی شعور غزل کی کلاسیکی روایات میں یوں رنگا ہے کہ اظہار کی ہر منزل ان کے لیے آسان ہو جاتی ہے یہی نہیں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ فیض کے اشعار ہیں اور جیل میں لکھے گئے تو انھیں کسی بھی کلاسیکی استاد کا کلام سمجھا جا سکتا ہے۔''(۷)

آفتاب احمد کے مطابق:

> ''اس دور کے کلام میں منصور و قیس، طوق و دار، زنجیر و قفس، بہار و چمن، بگل دامنی و کج کلہی اور جنون و عشق کے حوالے بار بار آئے ہیں اردو شاعری کی یہ تمام روایتی اصطلاحیں ایک نئے سیاق و سباق میں ایک تازہ زندگی پاتی ہوئی نظر آتی ہیں گویا یہاں ایک جدید شاعر نے روایت کے مروجہ علائم سے اس طرح رشتہ جوڑا ہے کہ ان کے معنی ہی بدل گئے ہیں۔''(۸)

ان آرا سے اندازہ ہوتا ہے کہ فیض کا شعری اجتہاد پرانے استعاروں کو اپنے عصری رنگ سے ہم آہنگ کرنا تھا لیکن بعض اہل نظر یہاں تک محدود ہو جانے کو ان کی خوبی نہیں خامی قرار دیتے ہیں۔

فیض کے ناقدین کے مطابق فیض کی شاعری کا کینوس زیادہ وسیع نہیں ، اس میں غریبوں کی حمایت، ظلم کے خلاف اعلان جنگ، صبح آزادی، غم عشق، غم روزگار جیسے روایتی موضوعات پائے جاتے ہیں جو کلیشے کی صورت اختیار کر چکے ہیں اس پر زندانی رنگ نے اسے مزید محدود کر دیا ہے۔ رشید حسن خاں کے مطابق:

> ''ان کی شاعری کا دائرہ بہت تنگ ہے اس دنیا میں صرف قید خانے نہیں اور نہ انسانی تصور ماتم آزادی تک محدود ہے ۔۔۔ ان کے ہاں جو یکسانیت ہے وہ بالآخر ذہن کو تھکا دیتی ہے۔''(۹)

شمس الرحمان فاروقی جدید شاعری میں کلاسیکی علامتوں کے استعمال کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ان تمثیلوں میں معنوی گہرائیوں کے امکانات ابھی باقی ہیں۔ مثلاً فیض نے ان کو ایک نئے معنی میں استعمال کیا ہے مگر نظر محدود ہونے کی وجہ سے انھوں نے معنی بھی محدود ہی لیے ہیں یعنی سیاسی اور وہ بھی ایک انتہائی ہنگامی پہلو سے ... جدید شاعری کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ اس کے سب سے نمایاں شاعر کے پاس موضوعات کا فقدان ہے۔''(۱۰)

فیض کے شعری سفر کے جائزے میں تو اسیری کے بعد ان کی شاعری بتدریج زوال پذیر ہوئی ۔ زمانہ اسیری میں کہے گئے کلام کے معیار کا سبب فیض اسیری کی فراغت کو قرار دیتے ہیں ان کے مطابق: ''فراغت ہجراں میں فکر و مطالعہ کے ساتھ عروس سخن کے ظاہری بناؤ سنگھار پر توجہ دینے کی زیادہ مہلت ملتی ہے۔'' لیکن بعض ناقدین زمانہ فراغت کی اس محنت شاقہ کو بھی فیض کے کلام میں آورد اور مصنوعی پن سے تعبیر کرتے ہیں۔ رالف رسل اس کے متعلق لکھتے ہیں: (۱۱)

> ''جیل کی محبوبانہ فرصت نے انھیں ''عروس سخن'' کے ظاہری بناؤ سنگھار پر زیادہ توجہ دینے کی مہلت دی اس مصنوعی انداز نے ان کے بہت سارے کلام پر بُرا اثر ڈالا ہے۔ ایک مقبول عام شاعر کے بہت سے سامعین ایسی شاعری سے چکا چوند ہو جاتے ہیں جس میں فارسی الفاظ وتراکیب کی بھرمار ہوتی ہے اور فیض موٹے موٹے الفاظ کے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی شوقین ہیں اور نتیجہ کبھی کبھی مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔'' (۱۲)

گویا اس معاملے میں اسیری کا تجربہ فیض کی قوت بھی بنا اور کمزوری بھی۔ فیض نے اس تضاد کی وضاحت اپنے خطوط اور کچھ تحریروں میں کی ہے۔ قید کا ابتدائی زمانہ ان کے لیے بہت سے جذبات، کیفیات اور تجربات لایا جس کے شعری اظہار نے نہ صرف ان کی بلکہ ان کے عہد کی شاعری کو ایک نیا رنگ دیا لیکن چار سال کی طویل اسیری نے ان کے وژن کو محدود بھی کیا۔ اس کا اظہار محض ان کے مخالفین نہیں وہ خود بھی کرتے ہیں۔

''میرا خیال ہے کہ جیل کے تجربے کا میں نے آخری قطرہ تک نچوڑ لیا ہے اور اس بارے میں اب کچھ کہنے کو نہیں رہا۔ ذہن کو غذا بہم پہنچانے کے لیے زندگی اور تجربات اور دوسرے انسانوں سے میل ملاپ ضروری ہے لیکن ہم جس علیحدگی میں رہتے ہیں اس میں آدمی پہلے سے جمع شدہ تجربات کا مصالحہ اپنے اندر سے نکالتا رہتا ہے اور باہر سے کچھ وصول نہیں ہوتا آخر کار یہ ذخیرہ ختم ہونے لگتا ہے اور ذہن سوکھ جاتا ہے۔'' (۱۳)

اسیری نے فیض کی شاعری میں اہم کردار ادا کیا جو زیادہ تر مثبت تھا لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا فیض کو زندہ رکھنے والی قوت ان کے خارجی حالات میں نہیں ان کی شاعری میں ہے۔ اگر اسیری کو اس کی بنیادی وجہ سمجھا جائے تو یہ تجربہ اور شاعروں کو بھی ہوا۔ ظفر علی خاں نے قید میں کہے کلام کو ''حبسیات'' کی صورت میں شائع کیا۔ حسرت موہانی کے کلام کا اہم حصہ زندانی شاعری پر مشتمل ہے حبیب جالب اور شورش کاشمیری کے ہاں زندانی شاعری کے نمونے ملتے ہیں لیکن اس باب میں جو شہرت فیض کی حبسیہ شاعری کو ملی وہ بے مثال ہے۔ اس کی ایک وجہ فیض کی وجہ اسیری ہے۔ ظفر علی خاں اور حسرت موہانی کی اسیری انگریز سرکار کے دور میں ہوئی جب وطن کے لیے جیل جانا باعث افتخار سمجھا جاتا تھا۔ حبیب جالب اور شورش کاشمیری اپنی تحریروں میں حق گوئی کی پاداش میں اسیر ہوئے جو اہل نظر کے نزدیک اعزاز ہوتا ہے لیکن فیض احمد فیض جیسے مرنجاں مرنج، صلح جو، نرم خو انسان کا

بغاوت کے الزام میں گرفتار ہونا باعث حیرت تھا۔انھیں ریاست مخالف، روس نواز، اشترا کیت کے طعنے ملے۔ لاکھوں کے بول سہ کر اسیری کا ثنا فیض کے حصے میں ہی آیا۔فیض کے متعلق لکھی گئی تحریروں میں ان کا یہ وصف عام بیان ہوا ہے کہ وہ اپنی ذات پر کیے گئے حملوں کا جواب نہیں دیتے تھے۔اسیری کے معاملے میں تو ویسے ہی قانونی پابندیوں کی وجہ سے ان کی زبان بندی کا حکم تھا چنانچہ فیض نے اسیری میں اپنی کیفیت اور بے گناہی کو شعری سطح پر ہی پیش کیا یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں قدیم استعارے اور علامتیں زندہ ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔یہ استعارے ان کے سخن کا پردہ بھی تھے اور دل کا بیان بھی۔بغاوت کی ''حقیقت'' کے متعلق اگرچہ اسیری کے بعد کے انٹرویوز میں انھوں نے لب کشائی کی ہے لیکن اس کا سب سے مؤثر اظہار شعری سطح پر ملتا ہے:

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

یہ علامتی رنگ اس شعر تک محدود نہیں اس کی اور مثالیں دیکھیے:

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھیں تری انجمن سے پہلے
سزا خطائے نظر سے پہلے، عتاب جرم سخن سے پہلے

وہ جب بھی کرتے ہیں اس نطق و لب کی بخیہ گری
فضا میں اور بھی نغمے بکھرنے لگتے ہیں

اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون دل میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے

دست صیاد بھی عاجز ہے کف گلچیں بھی
بوئے گل ٹھہری نہ بلبل کی زباں ٹھہری ہے

تیرے دست ستم کا عجز نہیں
دل ہی کافر تھا جس نے آہ نہ کی

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

فیض کی شاعری میں ان استعاروں کے استعمال کے متعلق ساقی فاروقی کی رائے دیکھیے:

''فیض صاحب نے سحر، شام، مقتل، دار، سنگ، لوح، قلم، صلیب اور ایسے پچاسوں الفاظ کی قدر و قیمت کم کر دی تھی اور انھیں آفاقیت کے نگار خانوں سے گرفتار کر کے محدودیت کے زندانوں میں ڈال دیا تھا۔ یہ شاعری آسان تھی، اکہری تھی، جوشیلی تھی اور غیر ذاتی تھی۔'' (۱۴)

اس رائے کے باقی اعتراضات کی تردید تو آسانی سے نہیں کی جا سکتی البتہ آخری اعتراض کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ درست نہیں یعنی ''غیر ذاتی'' جس شخص نے مقتل کے سحر شام میں لوح و قلم سے رشتہ جوڑا ہو، جس نے دار کے خوف کو محسوس کیا ہو، جس نے چار سال الزامات کی صلیب پہ گزارے ہوں، اس کے لیے یہ الفاظ ''غیر ذاتی'' کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے شعرا نے کثرت استعمال سے ان الفاظ کی قیمت کم کی لیکن اس کے قصوروار فیض نہیں تھے۔ فیض نے ذاتی غم کو اس مؤثر پیرائے میں بیان کیا کہ وہ رنگ عام بن گیا۔ فیض کی زندانی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے افتخار عارف لکھتے ہیں:

''دنیا بھر کی حبسیہ شاعری میں ''زنداں نامہ'' کو بہت نمایاں مقام حاصل ہے۔ ناظم حکمت، پابلو نرودا، انسٹر کارڈنیل ہمارے زمانے میں حبیب جالب سمیت اور بھی بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے زنداں کی زندگی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر حبسیہ شاعری میں جو مقام ''زنداں نامہ'' کو حاصل ہے وہ شاید ہی کسی اور کتاب کو حاصل ہو۔'' (۱۵)

اسیری کے تجربے نے فیض کی شخصیت پر بھی یقیناً مثبت اثر ڈالا لیکن شاعری اس سے زیادہ فیض یاب ہوئی۔ اگر اسیری کے تجربے اور شاعری کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہ فیض کی شاعری کی قوت تھی جس نے ایک خارجی تجربے کو تحریر میں امر کر دیا۔ قرۃ العین حیدر کے ان الفاظ سے فیض کی زندانی شاعری کی معنویت اجاگر ہوتی ہے:

''بسلسلہ پنڈی سازش کیس فیض صاحب چار سال قید میں رہے اسی زمانے میں لندن میں ایک بار میں نے ڈان اخبار کی سرخی دیکھی۔ سجاد ظہیر اور فیض احمد فیض کو پھانسی کی سزا۔ (بڑی خیریت ہوئی کہ بچ گئے) تو سمجھ میں آنے کی بات ہے کہ وہ شاعر جس کے لیے سچ مچ سزائے موت کی خبریں چھپ رہی ہوں وہ

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

محض رسماً تو نہیں لکھے گا۔'' (۱۶)

اس بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ فیض کی شاعری میں اسیری کے تجربے کا بہت اہم کردار ہے جس نے نہ صرف اُن کی بلکہ اُردو شاعری کو نئے رنگ عطا کیے چنانچہ فیض کے یہ الفاظ محض شاعرانہ تعلّی نہیں حقیقت ہیں:

ہم نے جو طرزِ فغاں کی تھی قفس میں ایجاد
فیض گلشن میں وہی طرزِ بیاں ٹھہری ہے

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) فیض احمد فیض، صلیبیں مرے دریچے میں، کراچی، مکتبہ دانیال، ص ۴۲

(۲) فیض احمد فیض، فیض نامہ، از ایوب مرزا، لاہور، کلاسیک، ۲۰۰۵ص ۵۵۲

(۳) ڈاکٹر وزیر آغا، مضمون فیض اور ان کی شاعری، مشمولہ فیض احمد فیض، مرتبہ، اشفاق احمد، لاہور کتاب سرائے، ۲۰۰۵، ص ۴۷

(۴) رشید حسن خاں، بحوالہ فیض شناسی از تقی عابدی، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص ۴۱۱

(۵) رام لعل، مضمون فیض کی مقبولیت اور جیل، مشمولہ فیض فہمی، مرتبہ تقی عابدی، لاہور، ملٹی میڈیا افیرز، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۶۰

(۶) تقی عابدی، فیض شناسی مضمون قصہ سازش اغیار کہوں یا نہ کہوں، ص ۴۰۶

(۷) ڈاکٹر سلیم اختر، فیض معتدل گرمئ گفتار کا شاعر، مشمولہ، تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱، ص ۵۵۵

(۸) آفتاب احمد، فیض احمد فیض، شاعر اور شخص، کراچی، مکتبہ دانیال ۲۰۰۴، ص ۴۹

(۹) رشید حسن خان، بحوالہ فیض شناسی، ص ۱۹۱

(۱۰) شمس الرحمٰن فاروقی، مضمون، شعر کی ظاہری ہیئت، مشمولہ جدیدیت، تجزیہ و تفہیم، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۸۵ء، ص ۴۷

(۱۱) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، لاہور مکتبہ کارواں، س ۔ ن، ص ۳۰۸

(۱۲) رالف رسل، مترجم محمد سرور رضا، اُردو ادب کی جستجو، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۳، ص ۴۳۳

(۱۳) فیض احمد فیض، صلیبیں میرے دریچے میں، کراچی مکتبہ دانیال، ص ۱۲۸، ۱۲۹

(۱۴) ساقی فاروقی، مضمون، زادِ سفر کا ایک ورق، مشمولہ، تری یادوں کے نقوش مرتبہ شاکر حسین شاکر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱، ص ۳۷۲

(۱۵) افتخار عارف، مضمون، ہمارے فیض صاحب، مشمولہ تری یادوں کے نقوش، ص ۱۲۶

(۱۶) قرۃ العین حیدر، سرورد شبانہ، مشمولہ تری یادوں کے نقوش، ص ۵۸۶